اخلاق و تصوّف کی ایک رفیع الشان کتاب کا تعارف

مدارج السالکین بین منازل ایاک نعبد و ایاک نستعین

(از جناب ملک ذوالفقار علی صاحب ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج منٹگمری)

یہ جلیل القدر کتاب شیخ الاسلام الثانی العارف الربّانی الامام المفسر المحدث المتکلم الفقیہ الصوفی ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب المشہور بابن القیمؒ الجوزیہ رحمہ اللہ تعالےٰ کی معرکہ آرا تصنیف ہے۔ جس میں حقائق تصوف، معارف الٰہی، علم نفس اور علم اخلاق کو کتاب و سنّت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ اور ساتھ ساتھ سلف صالحین کے اسوۂ و طریقہ کی بھی وضاحت فرما دی گئی ہے۔

حافظ ابن قیمؒ کی یہ تصنیف اس امر کی مستحق ہے کہ اس کا مفصل تعارف کرایا جائے اور اس کے مضامین و فوائد کی تلخیص کی جائے۔ نیز ان وجد انگیز اور ایمان افروز ذوقی و وجدانی مضامین اور علمی و روحانی نکات کو بیان کیا جائے۔ جو اس کتاب کی روح ہیں۔ مدارج السالکین میں یہ خاص خصوصیت ہے کہ اس کے پڑھنے سے دل پر عجیب اثر ہوتا ہے۔ ہر فقرہ نشتر کی طرح دل میں چبھ جاتا ہے۔ ہر بات جادو کی طرح تاثیر کرتی ہے۔ ہر لفظ پر وجد کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔

کہنے کو تو یہ کتاب منازل السائرین تصنیف شیخ الاسلام عبداللہ بن محمد بن اسماعیل الانصاری الہروی الحنبلی الصوفی المتوفی ۴۸۱ھ کی شرح ہے لیکن درحقیقت ایک مستقل تصنیف کا حکم رکھتی ہے اور یہ واقعہ ہے کہ یہ بے نظیر کتاب علامہ ابن قیمؒ کی تصانیف متعلقہ علم القلوب میں ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔ اہل سلوک کے احوال و مواجید اور صدر اوّل کے اصحاب طریقت و صوفیائے کرام کے علوم و مباحث شرح و بسط کے ساتھ اس کتاب میں مذکور ہیں۔

علمائے کرام نے عموماً تصوف کو ہمیشہ ادب و احترام کی نظر سے دیکھا ہے۔ مگر تیسری صدی ہجری کے بعد حضرات صوفیاء کا یہ احترام گرویدگی و شیفتگی کی اس حد تک پہنچ گیا کہ حضرات صوفیہ

کے دعاوی وکشوف[1] کو ان کے تقدس وعظمت کی وجہ سے ہر تحقیق وتنقید سے بالاتر سمجھا جانے لگا۔ عام فقہا تصوف کی کتابوں میں جو کچھ لکھا تھا اسے آنکھ بند کرکے قبول کرنے کے عادی ہو چکے تھے ابن قیم پہلے شخص ہیں جنہوں نے تصوف کو اپنی تحقیق کا مستقل علمی موضوع بنایا۔ اور اپنی کتاب مدارج السالکین میں اس پر آزادانہ لیکن مجتہدانہ تبصرہ کیا۔ ہر وہ چیز جو مخدوش وکمزور نظر آئی برملا اس کا اظہار کیا اور تصوف کے ہر بے بنیاد اور ضعیف مسئلہ پر کہیں اجمال سے اور کہیں تفصیل کے ساتھ تنقید کی۔ خصوصیت سے غلط رو صوفیوں پر نہایت واضح، ٹھوس اور بے باک جرح کی اور تنقید کا یہ کام ایسے حالات میں سرانجام دیا جب کہ عالم اسلام میں خانقاہی تصوف، اذہان وافکار پر چھایا ہوا تھا۔ اہل تصوف کو پورا شوکت ودبدبہ حاصل تھا۔ اور ان کے متوسلین بے پناہ طاقت کے مالک تھے۔ لیکن حافظ ابن قیمؒ نے اپنے استاد کی طرح بے پرواہ اور بے خوف ہوکر تصوف کے جملہ غلط مسائل پر آزادانہ اور دلیرانہ تنقید کی۔ اور تمام غلطیوں کا پردہ چاک کیا۔

منازل السائرین الی رب العالمین پانچویں صدی کے تصوف کی نسبتہً بہتر کتاب سمجھی جاتی ہے۔ گو اصطلاحات کے معموں سے یہ بھی خالی نہیں۔ اس کے علاوہ اس میں بہت سی فکری اور کشفی لغزشیں بھی اس کے مصنفؒ سے سرزد ہوگئی ہیں۔ حافظ ابن القیمؒ نے پہلے تو مصنف کے منشا کو واضح کیا ہے۔ پھر جہاں کہیں ان کو اختلاف ہوتا ہے وہاں ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ان کی غلطیوں کو اجاگر کرکے اصل حقیقت کی نشان دہی فرمائی۔ بعض جگہ منازل السائرین کی مبہم اور متشابہ کلام کی مناسب تاویل کی اور کئی مقامات پر ان کی طرف سے مدافعت بھی کی۔ اہل تصوف کی جتنی مستند مشہور اور بنیادی کتابیں موجود تھیں ان سب کے عنوانات، طرز استدلال، انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بعد کے مصنف نے اپنے ماسبق کی پیروی کی ہے اور بعض اوقات کتابوں کا مقابلہ کرنے سے ایک دوسرے سے سرقہ کی بدگمانی ہوتی ہے۔ مندرجہ ذیل کتب تصوف ملاحظہ فرمائیں

کتاب اللمع تصنیف ابو النصر سراج المتوفی ۳۷۸ھ۔ قوت القلوب، تصنیف ابو طالب مکیؒ المتوفی ۳۸۶ھ۔ رسالہ قشیریہ تصنیف امام ابو القاسم قشیریؒ المتوفی ۴۶۸ھ۔ احیاء العلوم تصنیف امام غزالیؒ المتوفی ۵۰۵ھ۔ فتوح الغیب تصنیف شیخ عبد القادر جیلانی المتوفی ۵۶۱ھ۔ عوارف المعارف

[1] اس بڑے دعوے کو مدلل ہونا چاہیئے تھا۔ (رحیق)

تصنیف شیخ شہاب الدین سہروردیؒ المتوفی ۶۳۲ھ۔

تصوف کے موضوع پر یہ ساری کتابیں موجود تھیں اور ان کو عوام و خاص کے ہاں قبولیت حاصل ہو چکی تھی۔ لیکن سب سے زیادہ جس کتاب کو مقبولیت حاصل ہوئی وہ امام غزالی کی احیاء العلوم ہے ــ اور یہ مقبولیت خاص خصوصیات کی وجہ سے اسے حاصل ہوئی۔

علامہ زین الدین عراقی کا قول ہے کہ "امام غزالی کی "احیاء العلوم" اسلام کی اعلیٰ ترین تصنیفات سے ہے"۔ علامہ عبد الغافر فارسیؒ جو امام صاحب کے ہم عصر اور امام الحرمین کے شاگرد تھے۔ ان کا بیان ہے کہ احیاء العلوم کی مثل کوئی کتاب اس سے پہلے نہیں لکھی گئی۔ امام نووی شارح صحیح مسلم نے بھی احیاء العلوم کو خراج تحسین ادا کیا ہے۔ شیخ ابو محمد کارزونی کا دعوےٰ تھا کہ دنیا سے تمام علوم مٹا دیئے جائیں تو احیاء العلوم سے میں سب کو دوبارہ زندہ کر دوں گا۔ شیخ عبد اللہ عید روس کو جو بہت بڑے مشہور صوفی گذرے ہیں احیاء العلوم قریب قریب یاد تھی۔

امام غزالی کے ہمسروں اور معاصروں نے اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ بڑے بڑے مشہور فضلاء نے احیاء کی شرحیں لکھیں۔ یورپ نے اس کتاب سے بہت اعتناء کیا۔ ایک طرف علمائے اسلام نے اس کتاب کو الہامات ربانی سمجھا۔ دوسری طرف ہنری لوئیس نے تاریخ فلسفہ میں اس کتاب کی نسبت لکھا۔

"اگر دیکارٹ (جدید فلسفہ اخلاق کا بانی) کے زمانہ میں احیاء العلوم کا ترجمہ فرنچ زبان میں ہو چکا ہوتا تو ہر شخص یہی کہتا کہ دیکارٹ نے احیاء العلوم کو چرا لیا ہے"۔[۴]

اس کتاب کے بہت خلاصے لکھے گئے۔ اس کتاب کی دلکشی کا باعث اس کتاب کا حکیمانہ طرز خطاب اور فلسفۂ اخلاق کے مسائل میں سہل پسندی، عام فہمی اور دل آویزی ہے۔

لیکن ان تمام خوبیوں کے باوجود یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ امام صاحب کی اس جلیل القدر تصنیف میں یہ بات قابل مواخذہ ہے کہ انہوں نے احیاء العلوم میں احادیث کے نقل کرنے میں نہایت بے احتیاطی کی ہے، سینکڑوں، ہزاروں حدیثیں موضوع اور ضعیف نقل کر دی ہیں جن کا کتب حدیث میں کہیں پتہ نہیں۔[۵] احادیث کے علاوہ بزرگان سلف کے بہت سے بعید از قیاس

---

[۴] تاریخ فلسفہ از جارج ہنری لوئیس۔ ایڈیشن چہارم جلد دوم ص ۵۵ مطبوعہ لندن بحوالہ الغزالی [۵] علامہ تاج سبکیؒ نے طبقات الشافعیہ میں احیاء العلوم کی ایسی روایات کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے جن کا کتب حدیث میں کہیں اتا پتہ نہیں۔ دیکھئے ص ۱۴۵ تا ص ۱۸۲ جلد چہارم (بقیہ)

واقعات لکھے ہیں۔

محدث ابن جوزیؒ۔ محدث ابن الصلاحؒ۔ قاضی عیاضؒ اور علامہ مازریؒ امام صاحب کے خاص نکتہ چینوں میں سے ہیں[1]

علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات الشافعیہ میں محدث مازریؒ کی امام غزالی کے متعلق جو رائے درج کی ہے وہ بہت سخت ہے ـــــ وہ کہتے ہیں کہ ایک طرف رسائل اخوان الصفا اور فلسفہ بوعلی سینا کا امام صاحب پر اثر تھا اور دوسری طرف تصوف کے مسائل میں ابوحیان توحیدی اور حسین بن منصور حلاج کے معمے انہوں نے مذہب میں مخلوط کر دیئے۔

علامہ ابن سبکی نے امام مازری اور طرطوشی کے اقوال نقل کر کے ایک ایک اعتراض کا جواب دیا ہے[2] لیکن جواب ایسے دیئے ہیں جن کی نسبت یہ کہنا صحیح ہے کہ توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ کے مصداق ہے۔

اس وقت احیاء العلوم کی تنقیص مقصود نہیں۔ بلاشبہ وہ تصوف اور فلسفۂ اخلاق کی شہرۂ آفاق کتاب ہے لیکن ایک ناقد کے نقطۂ نظر سے اس کے بعض پہلو خاصے کمزور ہیں۔ جن کی طرف اشارہ ضروری ہے۔

احیاء العلوم اور مدارج السالکین مدارج السالکین کے پڑھنے والے پر یہ اثر ہوتا ہے کہ اس کا مصنف روح تصوف کا پورا رازدان اور ترجمان ہے۔ سلوک و تصوف کے موضوع پر اس کتاب میں اتنا مواد جمع کر دیا گیا ہے کہ اس نے اس موضوع کی سینکڑوں کتابوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔ ہر مبحث تشفی بخش اور اطمینان آفرین ہے یہ کتاب صدر اول کے صوفیاء کے آراء و اقوال کا مخزن ہے لیکن اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت الفاظ کی روانی، علم کا وفور، شانِ خطابت اور زور بلاغت و ادبیت ہے۔ روایت و حدیث میں مستند ہونے کا پورا التزام کیا ہے[3]۔ مدارج السالکین حجم میں احیاء العلوم کے برابر ہے۔ ان دونوں کتابوں کا موازنہ میرے حیطۂ استعداد سے بلند ہے لیکن میں اس قدر کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جہاں تک تصوف کا تعلق ہے مدارج السالکین کسی پہلو سے احیاء العلوم

---

[1] الغزالی تصنیف مولانا شبلی صفحہ ۲۹ [2] طبقات الشافعیۃ الکبری صفحہ ۱۲۲ ـــــ ۱۳۱ جلد ۴ [3] لیکن عام طور پر حوالوں اور تخریج کا خلا محسوس ہوتا ہے جس کی حافظ ابن القیمؒ جیسے محقق و محدث سے توقع نہ تھی (رحیق)

سے کم نہیں۔ مگر علمی حقائق اور قرآنی نکات اور حدیثی معارف کے اعتبار سے ثانی الذکر سے بدرجہا فائق ہے۔
اس مختصر سی تمہید کے بعد اب اصل کتاب کا تعارف عرض خدمت ہے۔
کتاب مدارج السالکین ۱۳۳۲ھ میں مطبعہ المنار مصر میں علامہ رشید رضا مدیر مجلہ المنار کے زیر اہتمام طبع ہوئی۔
ابتدا میں آٹھ صفحہ کا ناشر کا پیش لفظ ہے جس میں منازل السائرین اور مدارج السالکین کے مصنفوں کے تراجم اور دونوں کتابوں کا مختصر تعارف ہے۔
پھر منازل السائرین کا پورا متن ایک جگہ دے دیا ہے۔ جو قریباً چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔
اس کے بعد مدارج السالکین شروع ہوتی ہے
کتاب کی تین جلدیں ہیں۔ جلد اول تین سو، جلد ثانی ۲۸۸ اور جلد ثالث ۴۰۳ بڑے صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔
علامہ رشید رضا مرحوم نے نہایت محنت و جانفشانی سے مختلف نسخوں کا مقابلہ کر کے اس کتاب کی تصحیح کی ہے اور ہر طرح کی تحریف و تصحیف سے پاک و صاف کر کے بصرف زرِ کثیر اسے طبع کرایا۔
جیسا کہ ابتداء میں ہم نے اشارہ کیا ہے اس کتاب میں حافظ ابن قیمؒ کے بے پناہ علم اور انشاء کی معجزہ طرازیوں کی وجہ سے محیر العقول تنوع اور جامعیت ہے جس طرح وہ عقائد و فروع میں تقلید و تقلید کی جکڑ بندیوں سے آزاد اور صرف دلیل کا ساتھ دیتے ہیں۔ تصوف میں بھی عام صوفیا سے منفرد رہنے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے جب کتاب و سنت عام روش کا ساتھ نہ دیتے ہوں۔
بدعاتِ تصوّف کے خلاف ان کی مساعی نہایت قابل قدر اور اسلامی روح کے لیے ہوئے ہیں علاوہ ازیں کہیں ادب و نحو کی نکتہ سنجیاں ہیں کہیں قرآنی آیات کی غلط اور فاسد تاویلات کے بادل چھٹ رہے ہیں جنہیں مطالعہ کرتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے آیاتِ قرآنی اپنے صحیح سیاق و سباق کے ساتھ از سرِ نو نازل ہو رہی ہیں۔ علم کلام تو ان کا محبوب موضوع ہے ہی۔ چنانچہ اس کتاب میں بھی جہاں کہیں سلسلہ کلام میں فلاسفہ و متکلمین اور جہمیہ و شیعہ کے عقائد کا ذکر آگیا ہے ان پر انہوں نے بھرپور وار کئے ہیں مگر قدرۃً ان کی زیادہ خفگی ابن سینا اور محی الدین ابن عربی پر ہے۔ کیونکہ حافظ ابن القیمؒ نے تصوف میں بھی اپنے نظریات و افکار کی بنیاد براہ راست کتاب و سنت کے چشمۂ صافی پر رکھی ہے

اور ان دونوں صاحبوں کے افکار قرآن و حدیث سے عموماً مناسبت نہیں رکھتے۔

کتاب پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ مقامات و احوال کے جملہ لطائف سے ابن القیم بہرہ مند ہیں کوئی گوشہ ان سے ڈھکا چھپا نہیں تھا لیکن چونکہ انہوں نے تصوّف کو قرآن و سنّت کی تصریحات و نصوص کے نقطۂ نظر سے دیکھا ہے اس لئے جہاں کہیں قرآن و سنت کے مقاصد کو نقصان پہنچتا نظر آتا ہے وہاں بے اختیار ہو کر ان کی مدافعت کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

اس تعارفی تمہید کے بعد اب میں چاہتا ہوں کہ کتاب کے مضامین کی فہرست پیش کروں تاکہ اس کے مشمولات کا اندازہ ہو سکے۔ اس کے بعد بعض بعض مقامات بمعہ ترجمہ کے ضبط تحریر میں لاؤں گا تاکہ اصحابِ ذوق کے لئے حافظ ابن قیمؒ کی اس کتاب کے جستہ مقامات و مضامین کا ایک ایسا گلدستہ فراہم کردوں جس کی شمیم انگیزیوں سے وہ استفادہ کر سکیں گے و باللہ التوفیق

تیری رحمت سے الٰہی! پائیں یہ رنگِ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے داماں کے لئے

دیباچہ کتاب خطبۂ کتاب کے بعد صفحہ ۲۶ تک نہایت لطیف پیرایہ میں" اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی تفسیر بیان کی ہے کیونکہ اپنے شیخ امام ابن تیمیہؒ کے تتبع میں حافظ ابن قیمؒ کے نزدیک سلوک و تصوف کی بنیاد و اساس اسی آیت پر ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ سیر الی اللہ میں سالک کا انتہائی مقام مقامِ عبودیت ہے۔ باقی جو کچھ ہے وہ اس مقامِ عبودیّت کے حصول کے لئے مراتب و منازل ہیں۔ جیساکہ کتاب کا نام تجویز کرنے سے بھی معلوم ہوجاتا ہے مدارج السالکین بین منازل ایاك نعبد وایاك نستعین۔ اس دیباچے میں مصنف نے مدلل، دل نشین اور زوردار طریقے سے اس آیت مبارک کو حقیقی تصوف کا اساس ہونا ثابت کیا ہے

منازل کا اجمالی تعارف پھر ایک فصل میں (ص ۲۶ - ۴۰) منازل کا اجمالی تعارف ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں ــــ

"سیر الی اللہ میں جن منازل سے ایک سالک کے قلب کو گزرنا پڑتا ہے ان کی تعداد و صفات میں اصحاب سلوک کا بہت اختلاف ہے بعض نے یہ منازل ایک ہزار تک شمار کی ہیں۔ بعض نے یک صد منازل پر کفایت کی۔ بعض نے اس میں بھی کمی بیشی کی۔ غرضیکہ اپنے اپنے سلوک و سیر کے

موافق ہر ایک سے ان منازل کا نشان دیا۔

منازل پر مختصر تبصرہ کے بعد فرماتے ہیں کہ۔

علی ان الترتیب الذی یشیر الیہ کل مرتب للمنازل لایخلو عن تحکم و دعوی من غیر مطابقۃ۔ (ص۴۲)	کہ اس قسم کے منازل کی ترتیب جس کسی نے بھی ذکر کی ہے، وہ زیادہ تر تکلف اور دعوے سے دلیل کی مطابقت سے خالی ہے۔

اس کے بعد اپنے اس دعوی کو مدلل کرنے اور چند مقامات کا ذکر کرکے آخر میں لکھتے ہیں۔

فالاولی الکلام فی ھذہ المقامات علی طریقۃ المتقدمین من ائمۃ القوم کلاماً مطلقاً فی کل مقام ببیان حقیقۃ وموجبہ وآفتہ الخ ایضاً۔	مناسب یہ ہے کہ متقدمین صوفیہ صافیہ کے طریقے سے ان مقامات پر بحث کرنی چاہیئے۔

پھر اس پر بہت عمدہ اور لطیف بحث فرمائی ہے اس بہت ہی اجمالی خاکہ کے بعد ان منازل کی فہرست پیش کی جاتی ہے۔

جلد اول | مراتب ومنازل عبودیت۔

۱	منزلۃ الیقظۃ	صفحہ	۹۱-۶۶	۱۰	منزلۃ الریاضۃ	صفحہ ۲۷۲-۲۶۹
۲	منزلۃ العزم	"	" -۶۶	۱۱	منزلۃ السماع	" ۲۸۹-۲۷۲
۳	منزلۃ الفکرۃ	"	" -۶۶	۱۲	منزلۃ الخوف	" ۲۹۳-۲۸۹
۴	منزلۃ البصیرۃ	"	" - "	۱۳	منزلۃ الاشفاق	" ۲۹۴-۲۹۳
۵	منزلۃ المحاسبۃ	"	۹۶-۹۱	۱۴	منزلۃ الخشوع	" ۳۰۰-۲۹۴
۶	منزلۃ التوبۃ	"	۲۴۹-۹۶		الجزء الثانی	
۷	منزلۃ التذکر	"	۲۶۰-۲۴۹	۱۵	منزلۃ الاخبات	" ۵-۱
۸	منزلۃ الاعتصام	"	۲۶۵-۲۶۰	۱۶	منزلۃ الزھد	" ۱۰-۵
۹	منزلۃ الفرار	"	۲۶۹-۲۶۵	۱۷	منزلۃ الورع	" ۱۵-۱۰

۱۸- منزلة المتبتل صفحہ ۱۵-۱۸
۱۹ منزلة الرجا 〃 ۱۸-۳۰
۲۰ منزلة الرغبة 〃 ۳۰-۳۲
۲۱ منزلة الرعاية 〃 ۳۲-۳۵
۲۲ منزلة المراقبة 〃 ۳۵-۴۰
۲۳ منزلة تعظیم حرمات الله 〃 ۴۰-۴۹
۲۴ منزلة الاخلاص 〃 ۴۹-۵۷
۲۵ منزلة الاستقامة 〃 ۵۷-۶۲
۲۶ منزلة التوکل 〃 ۶۲-۷۸
۲۷ منزلة التفویض 〃 ۷۸-۸۰
۲۸ منزلة الثقة بالله 〃 ۸۰-۸۲
۲۹ منزلة التسلیم 〃 ۸۲-۸۶
۳۰ منزلة الصبر 〃 ۸۶-۹۵
۳۱ منزلة الرضا 〃 ۹۵-۱۳۵
۳۲ منزلة الشکر 〃 ۱۳۵-۱۴۴
۳۳ منزلة الحیاء 〃 ۱۴۴-۱۴۹
۳۴ منزلة الصدق 〃 ۱۴۹-۱۶۳
۳۵ منزلة الایثار 〃 ۱۶۳-۱۷۰
۳۶ منزلة الخلق 〃 ۱۷۰-۱۸۳
۳۷ منزلة التواضع 〃 ۱۸۳-۱۹۰
۳۸ منزلة الفتوة 〃 ۱۹۱-۱۹۷
۳۹ منزلة المروءة 〃 ۱۹۷-۱۹۸
۴۰ منزلة البسط والتخلی عن القبض 〃 ۱۹۸-۲۰۱
۴۱ منزلة العزم صفحہ ۲۰۱-۲۰۳
۴۲ منزلة الارادة 〃 ۲۰۳-۲۰۹
۴۳ منزلة الادب 〃 ۲۱۰-۲۲۱
۴۴ منزلة الیقین 〃 ۲۲۱-۲۲۵
۴۵ منزلة الانس بالله 〃 ۲۲۶-۲۳۳
۴۶ منزلة الذکر 〃 ۲۳۴-۲۴۲
۴۷ منزلة الفقر 〃 ۲۴۲-۲۴۸
۴۸ منزلة الغنی 〃 ۲۴۸-۲۵۰
۴۹ منزلة المراد 〃 ۲۵۰-۲۵۴
۵۰ منزلة الاحسان 〃 ۲۵۴-۲۵۷
۵۱ منزلة العلم 〃 ۲۵۷-۲۶۴
۵۲ منزلة الحکمة 〃 ۲۶۴-۲۶۶
۵۳ منزلة الفراسة 〃 ۲۶۶-۲۷۳
۵۴ منزلة التعظیم 〃 ۲۷۴-۲۷۷
۵۵ منزلة الالهام والوحی والتحدیث
والرؤیاء الصادقة 〃 ۲۷۷-۲۷۸
۵۶ منزلة السکینة 〃 ۲۷۸-۲۸۳
۵۷ منزلة الطمانینة 〃 ۲۸۳-۲۸۸

الجزء الثالث

۵۸ منزلة الهمة 〃 ۲-۴
۵۹ منزلة المحبة 〃 ۴-۲۸
۶۰ منزلة الغیرة 〃 ۲۸-۳۲
۶۱ منزلة الشوق والقلق والعطش 〃 ۳۳-۴۲

نمبر	عنوان	صفحہ
۶۲	منزلۃ الرجاء	صفحہ ۴۲-۴۷
۶۳	منزلۃ الدهش	۴۷-۵۰
۶۴	منزلۃ الهیمان	۵۰-۵۲
۶۵	منزلۃ البرق	۵۲-۵۵
۶۶	منزلۃ الذوق	۵۵-۶۳
۶۷	منزلۃ الحظ	۶۳-۷۹
۶۸	باب الوقت	۷۹-۸۸
۶۹	منزلۃ الصفا	۸۸-۱۰۶
۷۰	منزلۃ السر	۱۰۶-۱۱۶
۷۱	منزلۃ النفس	۱۱۶-۱۲۲
۷۲	منزلۃ الغربۃ	۱۲۲-۱۳۰
۷۳	باب الغرق (استغراق)	۱۳۰-۱۳۶
۷۴	باب التمکن	۱۳۶-۱۳۹
۷۵	باب المکاشفہ	۱۳۹-۱۴۶
۷۶	باب المشاهدہ	۱۴۶-۱۵۵
۷۷	باب المعاینۃ	۱۵۵-۱۶۴
۷۸	باب الحیاۃ	۱۶۴-۱۸۷
۷۹	باب القبض	صفحہ ۱۸۷-۱۹۱
۸۰	باب البسط	۱۹۱-۱۹۴
۸۲	باب السکر	۱۹۴-۲۰۱
۸۲	باب الصحو	۲۰۱-۲۰۵
۸۳	باب الاتصال	۲۰۵-۲۱۰
۸۴	باب الانفصال	۲۱۰-۲۱۴
۸۵	باب المعرفۃ	۲۱۴-۲۳۶
۸۶	باب الفناء	۲۳۶-۲۴۶
۸۷	باب البقاء	۲۴۶-۲۴۹
۸۸	باب التحقیق	۲۴۹-۲۵۳
۸۹	باب التلبیس	۲۵۳-۲۶۳
۹۰	باب الوجود	۲۶۳-۲۶۸
۹۱	باب التجرید	۲۶۸-۲۷۰
۹۲	باب التفرید	۲۷۰-۲۷۳
۹۳	باب الجمع	۲۷۳-۲۸۵
۹۴	باب التوحید	۲۸۵-۳۳۸

خطبہ | خطبۂ کتاب اس طرح شروع ہوتا ہے جو قرآن پاک کے مناقب و محاسن پر شامل ہے (ص۲)

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین، ولا عدوان الا علی الظلمین واشهد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ رب العالمین والہ المرسلین وقیوم السموات والارضین واشهد ان محمدا عبدہ ورسولہ المبعوث بالکتاب المبین، الفارق بین الهدی والضلال والغی والرشاد والشک والیقین، انزلہ لنقرأہ تدبرا ونتأملہ تبصرا ونسعد بہ

تذکراً ونحمله علی احسن وجوهه ومعانیه ونصدق به ونجتهد علی اقامة اوامره ونواهیه . ونجتنی ثمار علومه النافعة الموصلة الی الله سبحانه من اشجاره . ورياحين الحكم من بين رياضه وازهاره — الی آخر ما قال رحمه الله۔

اس کے بعد ان مدعیان علم وعقل پر بڑی تنقید فرمائی ہے، جو نصوص قرآن وحدیث کی پرواہ نہیں کرتے اور عقل وقیاس رجال کو ان پر ترجیح دینے کا ارتکاب بڑی دیدہ دلیری سے کرتے ہیں (ص۳-۴)

خطبۂ کتاب کو ان الفاظ پر ختم کیا ہے۔

وبعد فلما كان كمال الانسان انما هو بالعلم النافع والعمل الصالح وهما الهدى ودين الحق وبتكميله لغيره فی هذين الامرين كما قال تعالىٰ (والعصر ان الانسان لفی خسر . الا الذين آمنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر) (ص۴)

اس کے بعد سورۂ فاتحہ کی نہایت لطیف وبلیغ تفسیر بیان فرمائی جو کم وبیش ساٹھ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ سورہ فاتحہ کے جو اسرار وحکم بیان فرمائے ہیں وہ شاید اس رنگ میں کسی تفسیر میں نہ ملیں گے۔

صراط مستقیم کی تشریح اللہ تعالےٰ کے صفاتِ کمال کا اثبات، اسماء خمسہ الٰہیہ کے دلالات مراتب ہدایت، الہام، رویائے صادقہ سورۂ فاتحہ کا علل قلوب وابدان کے لئے شفا ہونا۔ سورہ فاتحہ کا جمیع باطل مذاہب اور اہل بدعت واہل ضلال کی تردید کرنا، ایاک نعبد کے مراتب عبودیت کے قواعد، عبادت واستعانت کے معانی، خلق وامر اور کتب وشرائع میں سِرّ غرضیکہ ان جملہ مباحث پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ میں اس جگہ ایک مقام کا تھوڑا سا حصہ معہ ترجمہ عرض کرتا ہوں جس میں یہ بتایا ہے کہ سورۂ فاتحہ میں عبادت کو استعانت پر کیوں مقدم کیا ہے۔ فرمایا

وتقديم العبادة على الاستعانة فی الفاتحة من باب تقديم الغايات على الوسائل، اذ العبادة غاية العباد التی خلقوا لها والاستعانة وسيلة اليها ولان اياك نعبد متعلق بالوهيته واسمه الله، واياك نستعين متعلق بربوبيته و

اسمہ الرب، فقدم ایاک نعبد علی ایاک نستعین کما تقدم اسمہ اللہ علی الرب فی اوّل السورۃ، ولأن ایاک نعبد قسم العبد فکان مع الشطر الذی لہ وھو اھدنا الصراط المستقیم الی آخر السورۃ، ولأن العبادۃ المطلقۃ تتضمن الاستعانۃ من غیر عکس فکل عابد للہ عبودیۃ تامۃ مستعین بہ ولا ینعکس لان صاحب الاغراض والشھوات قد یستعین بہ علی شھواتہ فکانت العبادۃ أکمل وأتم ولھذا کانت قسم الرب، ولأن الاستعانۃ جزء من العبادۃ من غیر عکس، ولان الاستعانۃ طلب منہ والعبادۃ طلب لہ۔ وان العبادۃ لاتکون الامن مخلص والاستعانۃ تکون من مخلص وغیر مخلص۔ ولان العبادۃ حقہ الذی اوجبہ علیک۔ والاستعانۃ طلب العون علی العبادۃ وھو بیان صدقتہ التی تصدق بھا علیک، واداء حقہ اھم من التعرض لصدقتہ، ولان العبادۃ شکر نعمتہ علیک واللہ یحب ان یشکر والاعانۃ فعلہ بک وتوفیقہ لک، فاذا التزمت عبودیتہ ودخلت تحت رقھا اعانک علیھا۔ فکان التزامھا والدخول تحت رقھا سببا لنیل الاعانۃ۔ وکلما کان العبد أتم عبودیۃ کانت الاعانۃ من اللہ لہ اعظم (مدارج السالکین ص۴۲)

یعنی سورۂ فاتحہ میں استعانت پر عبادت کا مقدم کرنا وسائل پر مقاصد کو مقدم کرنے کی قبیل سے ہے۔ کیونکہ بندوں کی غایت عبادت ہے جس کے لئے ان کو پیدا کیا گیا ہے۔ اور استعانت اس عبادت کی طرف وسیلہ ہے اور چونکہ ایاک نعبد اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کے اسم ذاتی اللہ سے متعلق ہے اور ایاک نستعین اللہ تعالےٰ کی ربوبیت اور اس کے اسم رب سے متعلق ہے، اس لئے ایاک نعبد کو ایاک نستعین پر مقدم کیا جس طرح کہ سورہ کی ابتدا میں اسم اللہ کو اسم رب پر مقدم کیا ہے۔

اور چونکہ ایاک نعبد بندے کا حصہ ہے پس وہ اس حصے کے ساتھ ہے جو اس کے لئے ہے۔ اور وہ ہے اھدنا الصراط المستقیم سے لے کر سورہ کے آخر تک اور چونکہ عبادت متعلقہ میں استعانت بھی شامل ہے اور اس کا عکس درست نہیں۔ اس لئے ہر بندہ جو اللہ تعالےٰ

کی صحیح معنوں میں بندگی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے مستعین بھی ہے لیکن اس کا عکس درست نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات اغراض و شہوات کے بندے اپنی شہوات کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ سے استعانت کرتے ہیں۔ پس عبادت کا مرتبہ اکمل و اتم ہے لہذا یہ عبادت اللہ تعالیٰ کا حصہ ٹھیرا۔

اور چونکہ استعانت عبادت کا ایک جزء ہے جس کا عکس صحیح نہیں ہے اور چونکہ استعانت اللہ تعالیٰ سے طلب ہے اور عبادت کا مطلوب صرف وہ ایک ہے اور چونکہ عبادت صرف صاحب اخلاص سے ہی ظاہر ہوتی ہے۔ اور استعانت میں مخلص اور غیر مخلص سب شریک ہیں اور چونکہ عبادت اللہ تعالیٰ کا حق ہے جو اس نے تجھ پر واجب گردانا ہے اور استعانت عبادت کے لئے امداد کا چاہنا ہے اور اس عون سے مراد اللہ تعالیٰ کا صدقہ ہے جس کو وہ تجھ پر نوازش کرے گا لیکن حق کا ادا کرنا اس کے صدقہ کے ذکر کرنے سے زیادہ ضروری ہے۔

اور اس لئے کہ عبادت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ہے جو اس نے بندہ پر کی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ شکر گزاری سے محبت رکھتا ہے اور اعانت اللہ تعالیٰ کا تیرے ساتھ فعل ہے اور تیرے لئے اس کی طرف سے توفیق ہے۔ پس جب تو اس کی عبودیت کا التزام کرلے گا اور اپنی گردن میں اس کی غلامی کا پٹہ ڈال لے گا تو وہ اس پر تیری اعانت کرے گا۔ پس اس کی عبادت کا التزام کرنا اور اس کی غلامی میں داخل ہونا اعانت حاصل کرنے کا سبب بنے گا اور جس قدر آدمی عبودیت میں اتم ہوگی اللہ کی طرف سے اس کی اعانت اعظم ہوگی۔"

(بقیہ جرعات)

کے ساتھ ساتھ عبارت کی سلاست، عذوبت اور سہولت بھی ہو۔

(۲) فقہ و اصول فقہ اور عقائد و کلام میں کتابیں ایسی ہوں جن سے پوری فقہ اسلامی اور ہر کتب فکر سے واقفیت پیدا ہو سکے۔ کسی ایک ہی نقطۂ خیال پر محدود کر دینے سے علم میں وسعت اور فکر میں اجتہادی قوت نہیں پیدا ہوتی، ماضی میں ہمارے جو علمائے عظام رح تعلیم و تعلم میں حریم تقلید و تقید سے باہر نکلے تھے۔ وہی مجتہدانہ انداز سے امت کی خدمت کر سکے ہیں ایک حصار میں محصور فقہائے بیچارے بعض خدمات کے باوجود "اجتہاد فی المذہب" سے آگے نہ بڑھ سکے اور ساری استعداد جزئیات کے گورکھ دھندے میں صرف کر دی —— لیکن حالات بدل چکے ہیں اب عربی تعلیم کو آفاقی نقطۂ نظر سے ...... مفید طریق پر استوار کرنا چاہیے۔ واللہ الموفق۔